سلطان علاء الدین خلجی کے مذہبی رجحانات

(۲)

از جناب خلیق احمد صاحب نظامی ایم اے - ایل - ایل - بی -
استاذ شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سلطان علاء الدین، عصامی کی نظر میں عصامی، محمد بن تغلق کے عہد کا مورخ ہے - اس نے اپنی کتاب فتوح السلاطین، برنی کی تاریخ فیروز شاہی" سے آٹھ سال قبل لکھی تھی[1] - اس کتاب میں کئی جگہ عصامی نے سلطان علاء الدین کے معتقداتِ مذہبی کی تعریف کی ہے - اور اس کو" شاہِ دیں پرور" بتایا ہے - ایک جگہ لکھتا ہے ؎

به عهدش کسے جز غمِ دیں نخورد | بد درش کس از غم شکایت نخورد
غمِ خلق می خورد تا زنده بود | ز شاہاں ہمہ گوئے عصمت ربود
غرض چوں ہمیں شاہِ فیروز فن | کہ بود است دیں پرور دوں شکن[2]

کتاب کے آخری حصہ میں عصامی نے محمد بن تغلق اور علاء الدین خلجی کا مقابلہ اور موازنہ کیا ہے - اور پھر لکھا ہے ؎

محمد اگر ہر دو را گشت نام | یکے از لیام است یکے از کرام
گر او کرد اسلام را آشکار | ازیں کفر بگرفت یکسر دیار

---

[1] ملاحظہ ہو مقدمہ "عصامی نامہ" از سید یوشع بی - اے [2] فتوح السلاطین (آگرہ) ص ۲۹۳-۲۹۴

گر او کرد در شرع احمد شروع ۔۔۔ شد ایں منحرف از اصول فروع[۱]

عمارات میں مذہبی جذبہ | اگر یہ صحیح ہے کہ عمارتوں کے طرز تعمیر اور کتبوں کے طرز تحریر سے بنانے والے کے احساسات و رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے[۲] تو ہمیں سلطان علاء الدین خلجی کی بنوائی ہوئی عمارتوں کا نہایت غور سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ فتح پور سیکری میں اکبر کی عمارتوں کے متعلق بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ صرف اکبر کے مذہبی رجحانات کی عکاسی ہی نہیں کرتیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مذہبی تخیل اور "دین الٰہی" نے اپنے آپ کو پتھر میں منتقل کر دیا ہے یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علاء الدین خلجی کے احترام شریعت کا اعلان کرنے میں شعراء کی زبان اور عمارتوں کے کتبات اس حد تک ہم آہنگ ہیں کہ ہم یہ نتیجہ اخذ کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ سلطان کو شریعت اسلامیہ کا بڑا احترام تھا اور وہ عوام میں بھی اپنے ان جذبات احترام کا اظہار کرتا تھا۔

علائی دروازہ کی مغربی محراب کا کتبہ ملاحظہ ہو۔۔۔

"چوں ایزد تعالیٰ اعلی اعلاءہ و سمی اسماءہ برائے احیائے مراسم ملت و اعلائے معالم شریعت خدائگان جہاں را برگزیدہ تا ہر لمحہ اساس دین محمدی استحکام می پزیرد و ہر لحظہ بنائے شریعت محمدی میگردد از برائے دوام مملکت و نظام سلطنت عمارت مسجد طاعات بحکم کلام ملک الارباب سواہ کہ انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ

---

[۱] "فتوح السلاطین"، ص ۵۶۹

عصامی، محمد بن تغلق کے مخالف مورخوں میں ہے۔ ملاحظہ ہو میرا مضمون "سلطان محمد بن تغلق کے مذہبی رجحانات"، مطبوعہ "برہان" مارچ ۱۹۴۶ء

[۲] ملاحظہ ہو ڈاکٹر تاراچند کی کتاب "Influence of Islam on Indian Culture" میں طرز تعمیر سے متعلق باب۔

(دالیوم الاخر) ابوالمظفر محمد شاہ السلطان یمین الخلافۃ ناصر امیر المومنین خلد اللہ ملکہ الی یوم القیام رفع بناء جوامع الاسلام وانقاۃ مدی الزمان فی اشاعۃ الاحسان فی التاریخ فی الخامس عشر من شوال سنہ عشر وسبعمائۃ حضرت علیا خدائیگان سلاطین مصطفیٰ جاہ الضار ع لامر اللہ المخصوص بعنایت اکرم الاکرمین علاء الدنیا والدین غوث الاسلام والمسلمین معز الملوک والسلاطین القائم بتائید الرحمٰن ابوالمظفر محمد شاہ سکندر ثانی یمین الخلافت ناصر امیر المومنین خلد اللہ ملکہ بنا این خیرات سنت وجماعت است عمارت فرمود"[1]

جنوبی محراب کا کتبہ ہے ———

"بتوفیق بیہمتا ومعاونت مینشی نشر امثال لمسجد اسس علی التقوی تعالیٰ امرہ وشانہ وتعالیٰ عدلہ واحسانہ بر مقتضی خیر مامور امر ذلک دجہلت شطر المسجد الحرام محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کما قال من بنی مسجد للہ بنی لہ بیتاً فی الجنۃ مجلس اعلیٰ خدائیگان سلاطین زمان شہنشاہ موسیٰ فر سلیمان مکان راعی شرائط شریعت محمدیؐ حامل مراسم ملت احمدی موکد معابر معالم ومساجد وموطد قواعد مدارس ومعابد وممہد بنیان رسوم مسلمانی وموسس مبانی مذہب نعمانی قالع اصول مردہ فجار وقاطع فروع قیدہ کفار وہادم بناصوامع اصنام، رافع اساس مجامع اسلام مظہر (آیات اللہ) قاہر کفرہ رؤف متین قامع نحرہ روئے زمین فاتح قلاع سامح امکان ضابط بقاع راسخ بنیان المعتصم بجلال اللہ المنان ابوالمظفر محمد شاہ السلطان یمین الخلافت مبین دین اللہ ناصر امیر المومنین مد اللہ ظلال

---

[1] "واقعات دار الحکومت دہلی" از مولانا بشیر الدین مرحوم - ج - ۳ ص ۱۸۳ - ۱۸۲

جلالہ علی رؤس العلمین الیٰ یوم الدین بنا فرمود این مسجد کہ مسجد جامع اولیا و ملتہم ملت اتقیا و مجمع ملایک کرام و محضر ارواح انبیاء عظام است بتاریخ فی الخامس عشر من شوال سنہ عشر و سبعمائتہ ۔ در عہد ہمایوں حضرت علیا خدایگان سلاطین جہاں علاء الدنیا والدین العالی بجنود الظفر ابوالمظفر محمد شاہ السلطان یمین الخلافہ ناصر امیر المومنین مد اللہ ظلال خلافتہ علی رؤس العلمین الیٰ یوم الدین این مسجد کہ بوصف ومن دخلہ کان اٰمنا موصوف است ۔ ایں مسجدے کہ در فسحت و رفعت چوں بیت المقدس مشہور است حضرت اعلیٰ خدایگاں فائض فضل شامل احسان المویّد بتایید الملک المنان علاء الدنیا والدین المظفر ابوالمظفر محمد شاہ السلطان یمین الخلافت ناصر امیر المومنین مد اللہ ظلال عظمتہ الیٰ یوم الدین بصدق نیت و خلوص عقیدت بنا نمود'' [1]

شرقی محراب کا کتبہ دیکھئے اس میں بھی ایسے الفاظ ملتے ہیں ——

"نافذ فرمان معلّیٰ منار اسلام محی آثار احکام بانی منابر مساجد طاعات رافع اساس معابر عبادات عامر بلاد و ہدایت غامر دیار .... مظہر قوانین جہاں مبرہن براہین اجتہاد .... حافظ حوائیت مسکرات ...... وغیرہ وغیرہ

اگر درباری شعراء کی زبان اور شاہی معمار کے ہاتھ سلطان کے جذبات کی ترجمانی کر سکتے ہیں تو ہمیں یہ کہتے ہیں قطعاً تامل نہیں ہونا چاہئے کہ سلطان مذہب سے اپنا تعلق ظاہر کرتا تھا اور مذہب سے بے تعلقی کی وہ داستان جو برنی نے پیش کی ہے وہ حقیقت سے بہت بعید ہے دہلی کے کسی سلطان کی عمارتوں میں مذہب اور شریعت کا اتنا

[1] واقعات دارالحکومت دہلی ۔ ج ۲ ۔ ص ۱۸۲ ۔ ۱۸۳

ذکر نہیں ملتا جتنا علاء الدین کے عہد کی عمارتوں میں ملتا ہے یہ کس طرح سے مان لینا چاہئے کہ جس چیز سے اس کو نفرت تھی اسی کا ذکر اس نے اس بلند آہنگی کے ساتھ شاہی عمارتوں میں کیا ہے ——— !

حضرت امیر خسروؒ نے خزائن الفتوح میں سلطان علاء الدین کی بنوائی ہوئی مساجد کا ذکر کیا ہے۔ ان مسجدوں کی عظمت اور مضبوطی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں ———

"مساجد دیگر در شہر باستحکامے بنا فرمود کہ چوں در زلزلہ قیامت نہ بام ہزار چشمہ فلک بیفتد، گوشہ ابروئے ہیچ محرابے خم نگردد" [1]

سلطان نے متعدد مسجدوں کی مرمت کرائی [2]

عوام کے خیالات میں تبدیلی | ابتدائے عہد میں سلطان کے مذہبی خیالات کی طرف سے عوام میں ایک عام بے چینی اور بدظنی پھیل گئی تھی۔ اجراء مذہب کے متعلق اس کے خیالات عوام میں نہایت تشویش ناک انداز میں سنے گئے تھے۔ لیکن اس ارادہ کو ترک کرنے کے بعد سلطان نے اپنی زندگی میں اس قدر نمایاں تبدیلی کر دی کہ لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ سلطان نے کبھی اس قسم کی حرکت بھی کی تھی۔ درستیِ اخلاق کے لئے اس کی مسلسل جدوجہد نے عوام پر بہت اچھا اثر کیا اسی زمانہ میں دربار سے احترامِ شریعت کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امیر خسروؒ کی یہ آواز ایکطرف کانوں میں پڑی ؎

شاہ محمدؐ کہ بنا ئید رائے ‏ ‏ ‏ کرد قوی شرع رسول خدائے

عمارتوں کی طرف نظر اٹھی تو "حامی شریعت" "حامل مراسم ملت احمدی" جیسے جملے نظر پڑے۔ تمام شکستہ مسجدوں اور محرابوں میں پھر ایک بار رونق اور آب و تاب نظر آنے لگی۔ برنی لکھتا ہے۔

---

[1] خزائن الفتوح (علی گڑھ) ص ۲۵ [2] ایضاً ص ۲۶۔ ۲۵

"عجیب در عہد علائی بسیار عمارت استحکام	سلطان علاء الدین کے عہد حکومت میں
از مسجد و منارہ و حصار ہا و کاوانیدن	مسجدوں، مناروں، قلعوں اور حوضوں کی
حوض مشاہدہ و معاینہ شد کدام بادشاہ	جو مضبوطی اور استحکام دیکھنے میں آتا ہے،
رامیسر شدہ است"	غور کرو یہ خصوصیت کسی بھی بادشاہ کو میسر
	ہوئی ؟

لوگوں کو سلطان سے عقیدت پیدا ہونے لگی۔ مغلوں کے حملوں کا کامیاب طریقہ پر سد باب ہونے پر عوام کو اطمینان و سکون بھی میسر تھا۔ ہر طرف سے سلطان کو فتح و نصرت کی خبریں ملتی تھیں ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ـــــــ

"از توافق بخت دنیائی و اقبال زمینی کہ اورا روے نمودہ بود مہمات جہانداری او برحسب دل خواست او برمی آمد و مقاصد اندیشیدہ و نا اندیشیدہ او بیش از تمنا درکنار او می افتاد و مردماں دنیا طلب کہ جملہ بزرگی ہا را متعلق حصول دنیا و برآمد مقاصد رضا دانند برآمد مقصود و جہانداری سلطان علاء الدین بر کرامت او حمل می کردند و سخنان او را کہ در برآمد مہمات ملکی او و در فتح و نصرت لشکر از زبان او بیروں آمدی بر کشف و کرامات او تصور می نمودند"[1]

خواجہ امیر حسن علاء سنجری نے ایک قصیدہ میں اسی کشف و کرامت کی طرف شاید اشارہ کیا ہے ؎

---

[1] تاریخ فیروز شاہی برنی۔ ص ۳۴۴

خواجہ امیر حسن سنجری کہتے ہیں ؎

بے ایں معجزات فتح شاہنشاہ دیں پرور

نہ در وہم فرد گنجد نہ در فہم خرد منداں (دیوان ص ۵۳۱)

امور ملک را ضابط رموز غیب را واقف عباد اللہ را راعی بلاد اللہ را سلطان

(دیوان میر حسن - ص ۵۲۴)

آج ہم سلطان علاء الدین کی مذہب سے بے اعتنائی کا بار بار ذکر سنتے ہیں، اُس زمانہ کے عوام کے خیالات کا پتہ لگایئے تو اندازہ ہوگا کہ مذہبی حیثیت سے سلطان کی کس قدر عزت و منزلت کرتے تھے علاء الدین کی کرامت میں لوگوں کا اعتقاد اس کے مرنے کے بعد تک رہا حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے ملفوظات ــــــ "خیر المجالس" ــــــ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان علاء الدین خلجی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حاضرین میں سے ایک شخص بولا :ــ

"لوگ اس کی قبر پر زیارت کو جاتے ہیں اور اپنی مراد کی رسیمان اُن کے مزار پر باندھ آتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی حاجتیں برلاتا ہے - مجھ کو (حمید قلندر، جامع ملفوظات) اس موقع پر ایک قصہ یاد آیا - وہ بیان کیا - چند روز ہوئے کہ میں زیارت مزار کو سلطان علاء الدین کے گیا تھا - بعد نماز جمعہ کے پھر فاتحہ پڑھ کر جہاں لوگ کلاوہ باندھتے تھے گیا - اگرچہ مجھ کو کچھ حاجت نہ تھی مگر میں اپنے دستار سے ایک دھاگہ نکال کر وہاں باندھ آیا - رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی پکارتا ہے کہ سلطان علاء الدین کی قبر پر کون رسیمان حصول مراد کو باندھ گیا ہے اس کے چند بار پکارنے کے بعد میں روبرو گیا اور کہا - میں نے دھاگا باندھا ہے - بولا تیری حاجت کیا ہے بیان کر میں نے کہا کہ مجھے کوئی حاجت نہیں کہ بیان کروں - اور دل میں گذرا کہ جو مجھے حاجت ہے اپنے شیخ کے روضہ مبارک سے خواستگاری کی ہے - شیخ کافی ہے غیر سے کیا چاہوں اسی حال میں بیدار ہو گیا"

(خیر المجالس)

یہ بیان نہ کسی قصیدہ گو کا ہے نہ کسی درباری مورخ کا یہ جذبات ہیں ایک ایسے مذہبی آدمی کے جس کو حکومت اور سلاطین سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور جس کی حق گوئی اور صاف بیانی میں کسی کو شبہ نہیں ہے۔

خدا کا خوف اور ڈر | سلطان علاء الدین خلجی کے متعلق یہ خیال کہ وہ مذہب سے بالکل بیگانہ اور بے تعلق تھا، ایک تاریخی حقیقت کی حیثیت اختیار کر گیا ہے لیکن تاریخی شواہد اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔ ہم دو واقعات اس کے زمانہ کے ایک سیاسی تاریخ اور ایک مذہبی تذکرے سے نقل کریں گے جن سے معلوم ہوگا کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے اعمال و کردار کے لئے خداوند عالم کو جواب دہ ہے۔ حکومت ایک ذمہ داری ہے جو خدا کی طرف سے اس کے سپرد کی گئی ہے اور اس کا فرض ہے کہ رعایا کی بہبودی کے لئے کوشش کرے تاکہ قیامت کے دن اس کو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

(۱) برنی نے قاضی مغیث سے سلطان کی جو گفتگو نقل کی ہے اس کے آخری حصہ پر پھر غور کیجئے ـــــــــ

"ہاں۔ اے مولانا مغیث میں ایک بات خدا تعالیٰ سے مناجات میں کہتا ہوں ...."

(ملاحظہ ہو مضمون کا ابتدائی حصہ)

(۲) "خیر المجالس" میں حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں ـــــ

"قاضی حمید الدین ملک التجار[1] جب ان دنوں اودھ میں گیا تو وہاں دعوت کی مجھ

---

[1] ملک التجار حمید الدین ملتانی، "جاکر خانہ" "پردہ دار" "کلید دار کوشک" اور "قاضی دہلی" کے عہدوں پر رہا تھا۔ ملاحظہ ہو تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۲

کو بھی بلایا- جب بعد دعوت لوگ رخصت ہوئے تو میں اور وہ ایک جگہ بیٹھے تو یہ قصہ بیان کیا کہ ایک بار میں نے سلطان علاءالدین کو دیکھا پلنگ پر بیٹھے ہوئے سر برہنہ، پاؤں زمین پر، فکر میں غرق، مبہوتوں کی شکل- میں روبرو گیا- بادشاہ ایسا فکر میں تھا کہ کچھ خبر نہ ہوئی- میں نے باہر آکر یہ حال ملک فرید بک سے کہا کہ آج میں نے بادشاہ کو اس طرح دیکھا ہے تم بھی چل کر دیکھو- کیا سبب اس فکر کا ہے- اُن کی صدا پروانگی تھی- وہ قاضی کے ساتھ اندر گیا- بادشاہ کو باتوں میں لگایا پھر عرض کی کہ امیر المسلمین سے کچھ عرض ہے حکم ہو تو بیان کروں- بادشاہ نے اجازت دی- قاضی حمیدالدین ملک التجار آگے بڑھا اور قاضی نے کہا میں بھی اندر آیا تھا حضور کو دیکھا سر برہنہ پریشان حال فکر مند ہیں- سو آپ کو کس بات کی فکر تھی، بادشاہ نے کہا سنو مجھ کو چند روز سے یہ فکر ہے کہ میں دل میں سوچتا ہوں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر حاکم کیا ہے- اب کچھ ایسا کام کرنا چاہیئے کہ مجھ سے تمام خلق کو نفع پہونچے- دل میں سوچا کیا کروں- اگر تمام خزانہ اپنا اور سو چند اس کا تقسیم کروں تب بھی خلق کو نفع نہ ہوگا اب ایک بات سوچی ہے وہ تم سے کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تدبیر ارزانی غلہ کی کروں کہ اس سے سب مخلوق کو فائدہ پہونچے گا اور ارزانی غلہ کی تدبیر یہ ہے کہ بنجاروں کی نائکوں کو حکم دوں ....[۵]

سب کو معلوم ہے کہ علاءالدین کا اقتصادی نظام سیاسی ضروریات کا پیدا کیا ہوا تھا لیکن اس میں خدا کی عاید کردہ ذمہ داریوں کو کس قدر دخل تھا ——— !

---

[۵] "خیرالمجالس" ملفوظات حضرت چراغ دہلوی مرتبہ حمید قلندر ص ۱۸۹ (اردو ترجمہ مسلم پریس ۱۳۱۶ھ)

صوفیار ومشائخ سے تعلقات | سلطان علار الدین خلجی، صوفیار ومشائخ کا بڑا معتقد تھا۔ اعجاز خسروی میں اس کا ایک فرمان امیر خسرو نے نقل کیا ہے جس سے اپنے عہد کے بزرگوں اور مشائخ سے اس کی عقیدت کا پتہ چلتا ہے[1]۔ مشکلات کے وقت وہ اکثر بزرگوں کی طرف رجوع کیا کرتا تھا۔ کڑہ میں اپنے چچا جلال الدین خلجی کے قتل سے قبل وہ ایک مجذوب کڑک سے ملا تھا۔ مجذوب نے پیشین گوئی کی تھی ؎

ہر کس کہ کند با تو جنگ　　تن در کشتی سر در گنگ[2]

سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد صوفیار ومشائخ کے پاس نہایت عقیدت اور ارادت کے ساتھ تحائف وغیرہ بھیجتا رہا۔ اُس کے ایک مشہور ہم عصر حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتی بڑی شہرت اور عظمت کے بزرگ تھے۔ ایسے مست الست تھے کہ بڑے بڑے صاحبِ کمال درویشوں کی ہمت بھی اُن کے سامنے جانے کی نہ پڑتی تھی۔ سلطان علار الدین خلجی نے چاہا کہ اُن کی خدمت میں کچھ نذر ارسال کرے۔ امرار سے مشورہ کیا گیا کہ کون شخص اس کام کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ قلندر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کلام کرے۔ بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ امیر خسرو کو روانہ کیا جائے۔ علار الدین نے ایک امیر کو سلطان المشائخ کی خدمت بابرکت میں روانہ کیا اور اجازت چاہی۔ پہلے تو آپ نے تامل فرمایا لیکن پھر کچھ سوچ کر اجازت دے دی امیر خسرو نذر لے کر قلندر صاحب کے پاس پانی پت روانہ ہوئے۔ قلندر صاحب نہایت شفقت سے پیش آئے۔ خسرو کا کلام سنا، اور اپنا سنایا۔ بادشاہ کی نذر یہ کہہ کر قبول کی کہ اگر مولانا نظام الدین کا درمیان نہ ہوتا تو ہرگز قبول نہ کرتا۔ امیر خسرو جب روانہ ہونے لگے

[1] اعجاز خسروی جلد چہارم۔ ص ۱۱۶ [2] تاریخ فرشتہ جلد اول۔ ص ۱۵۰ (اردو نول کشور)

تو دو خط (ایک شیخ المشائخ کے نام دوسرا سلطان کے نام) لکھ کر دیئے۔ علاء الدین کے نام جو خط تھا اُس کی عبارت تھی ———

"علاء الدین نوطۂ دہلی مقرر داند کہ با بندگان خدائے نیکو کند"

جب دربار میں یہ خط پڑھا گیا تو بعض خوشامدی امراء نے کہا کہ بادشاہ کو ایسا لکھنا ترک ادب میں داخل ہے۔ سلطان نے کہا کہ غنیمت ہے کہ اس ذرۂ بے قدر کو اس مرتبہ نوطۂ دہلی تو لکھا ہے، ایک مرتبہ تو شحنۂ[1] دہلی لکھا تھا۔[2]

قلندر صاحب کے علاوہ اپنے عہد کے اور بزرگوں سے بھی سلطان نہایت عقیدت سے پیش آیا۔ سہروردیہ سلسلے کے مشہور بزرگ شیخ رکن الدین ملتانی سے سلطان کو خاص عقیدت تھی۔ غلام سرور نے لکھا ہے ———

"سلطان علاء الدین باوجود غرور و استکبار
کرداشت بہ استقبال آنجناب سوار
شدہ دو لکھ تنکہ بروز آمدن و پنج
لکھ تنکہ بروقت ترخیص پیش کش کردے"[3]

اس غرور و تکبر اور بڑائی کے باوجود جو سلطان
کے سر میں سمائی ہوئی تھی، بہ نفس نفیس شیخ کے
استقبال کے لئے باہر نکلا اور دو لاکھ کی رقم
شیخ کی تشریف فرمائی کے احترام میں اس روز
خرچ کی، پھر رخصت کے وقت پانچ لاکھ
شیخ کی خدمت میں پیش کئے۔

شیخ نظام الدین اولیاء اور سلطان علاء الدین خلجی

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء اس عہد کے سب

---

۱ شحنہ۔ بکسر اول و سکون دھاء مہملہ و فتح نون، مردیکہ او را بادشاہ برائے ضبط کارہا و سیاست مردم در شہر نصب کند بعرف آنرا کوتوال و حاکم گویند ۲ حیات خسرو۔ مصنفہ مولانا سعید احمد مارہروی۔ ص ۱۸-۷۱
۳ خزینۃ الاصفیاء۔ جلد دوم۔ ص ۹۴۔

سے زیادہ نامور اور عظیم المرتبت بزرگ تھے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اُن کا نام پہنچ چکا تھا۔ غیاث پور میں اُن کی خانقاہ تھی۔ ہزاروں عقیدت مندوں کا وہاں ہجوم لگا رہتا تھا برنی نے لکھا ہے کہ غیاث پور حالانکہ دہلی شہر سے کافی فاصلہ پر تھا اور راستہ خراب تھا لیکن اس کے باوجود خانقاہ نظامیہ میں آنے جانے والوں کی وجہ سے سڑکوں پر ایک بھیڑ رہتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی میلہ ہو رہا ہے۔ ہزاروں فرسنگ سے لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ سیر الاولیاء میں لکھا ہے ——

"در آں ایام کہ حق تعالیٰ سلطان المشائخ را جمہور عالمیاں جلوہ گری داد و کوس عظمت و کرامت او در گوش فلک و ملک رسید و خلقے از علمأ و مشائخ و امراء و ملوک بندہ آنحضرت گشتند —— حاسد از خار حسد در دل خلیدن گرفت بگوش بادشاہ عہد سلطان علاء الدین رسانیدند کہ سلطان المشائخ مقتدائے عالم شدہ است و ہیچ خلقے از خلق نیست کہ خاک او را در تاج سرنمی دارد .... زیراچہ خلل ملک آید..."[1]	جب آپ کی عظمت اور کرامت کا شہرہ آسمان پر فرشتوں کے کان تک پہونچا اور بڑے بڑے علماء و مشائخ اور امراء اور ملوک آپ کے غلام ہوتے ...... تو حاسدوں کے دلوں میں حسد کا کانٹا چبھنے لگا اور انھوں نے بادشاہ وقت سلطان علاء الدین کو سکھایا کہ سلطان المشائخ مقتدائے عالم ہوتے ہیں .... ایسا نہ ہو کہ اُن کے سبب سے بادشاہ کی سلطنت میں خلل آئے۔

[1] سیر الاولیاء ص ۱۳۳۔ ۱۳۲

سلطان کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو جانا کوئی غیر معمولی یا غیر فطری بات نہیں تھی اُس زمانہ میں کسی شخص کا اس قدر مقبول ہو جانا بادشاہوں کے لئے تشویش اور پریشانی کا باعث ہوا کرتا تھا۔ قطع نظر اس کے، سلطان کو یہ بھی یاد تھا کہ اُس کے چچا کے عہد میں ایک بزرگ ہی نے (سید مولا) اپنے مذہبی اقتدار کو کس طرح سیاسی اقتدار حاصل کرنے کیلئے استعمال کرنا چاہا تھا اس لئے شبہات کا پیدا ہو جانا بالکل فطری بات تھی وہ ابھی یہ نہیں جانتا تھا کہ شیخ کا مرتبہ ان چیزوں سے بہت اعلیٰ و ارفع تھا۔ اُن کی نظر میں اس دولت و حکومت کی کوئی وقعت یا اہمیت نہ تھی۔ سلطان نے اپنے شبہات کے پیش نظر شیخ کے خیالات کا پتہ لگانا چاہا۔ ایک دن اُس نے خضر خاں کے ذریعہ ایک خط سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ لکھا کہ چونکہ آپ مخدوم عالم ہیں اس لئے مجھے مناسب ہے کہ ہر کام میں آپ کی رائے پر عمل کروں سلطان نے یہ سوچا تھا کہ اس خط سے شیخ کی سیاسی خواہشات کا اندازہ ہو جائے گا۔ خضر خاں جب یہ خط لیکر سلطان المشائخ کی خدمت میں پہونچا تو آپ نے پڑھے بغیر فرمایا ——

"درویشاں را با کار بادشاہاں چہ کار	درویشوں کو بادشاہی امور سے کیا واسطہ
من درویشم، از شہر گوشہ گرفتہ ام	میں درویش ہوں، شہر کے گوشہ میں زندگی
و بہ دعا گوئی بادشاہ و مسلمانان مشغولم	بسر کرتا ہوں اور مسلمانوں اور بادشاہ کی
اگر بسبب این معنی بادشاہ بعد ازیں	دعا گوئی میں مشغول ہوں اگر بادشاہ اس بارے
چیزے مرا گوید من از اینجا ہم بروم ارض	میں پھر کہے گا تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔
اللہِ واسعۃٌ"	اللہ کی زمین وسیع ہے۔

یہ جواب پاکر سلطان پورے طور سے مطمئن ہو گیا۔ اس کے سب شبہات دور ہو گئے امیر خورد نے لکھا ہے ——

چوں جواب خضرخاں بہ سلطان علاء الدین رسانید بادشاہ بغایت خوش شد و گفت من می دانستم کہ این معنے بہ حضرت سلطان المشائخ نسبتے ندارد فاما دشمناں می خواستند کہ مرا با مرداں خدا در اندازند و ایں معنی سبب خرابی ملک گردد"[1]

خضرخاں نے جواب خط حب سلطان کی خدمت میں پیش کیا - سلطان بے حد مسرور ہوا اور کہنے لگا میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ اس طرح کی باتوں کا حضرت سلطان شیخ المشائخ اسے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوسکتا البتہ دشمنوں نے یہ چاہا تھا کہ مجھے اللہ کے ایسے خاص بندوں کے متعلق سوءظن میں مبتلا کردیں اور اس طرح یہ چیز ملک کی ابتری کا سبب بنے،

اس کے بعد سلطان نے شیخ کے پاس معذرت کے لئے آدمی بھیجا اور کہا -

"من از معتقدان مخدومم جرأتے کردہ ام بخشیدہ باشند و اجازت کنند تا من بیایم و سعادت پائے بوسی حاصل کنم"[2]

میں حضور کی خدمت میں جرأتِ بے جا کا مرتکب ہوا ہوں - آنجناب میری اس جرأت پر خط عفو کھینچ دیں اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ قدم بوسی کی سعادت حاصل کرسکوں -

اس گذارش کے جواب میں شیخ المشائخ سے فرما دیا کہ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں میں غائبانہ دعا کرتا ہوں - اور غیبت میں دعا کرنے کا اثر بھی ہوا کرتا ہے[3] لیکن سلطان اس کے بعد بھی ملاقات پر مصر ہوا - حضرت نے کہلا بھیجا ———

[1] سیر الاولیاء (چرنجی لعل ایڈیشن) - ص ۱۳۴ -

[2] [3] سیر الاولیاء - ص ۱۳۵

"خانۂ ایں ضعیف دو در دارد اگر از یک در درآید من از در دیگر بیروں روم"[1]

میرے گھر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک سے اندر داخل ہوگا تو میں دوسرے سے باہر چلا جاؤں گا۔

حالانکہ شیخ اور سلطان میں ملاقات نہ ہو سکی لیکن سلطان اپنی عقیدت کا ثبوت برابر دیتا رہا جب کوئی مشکل پیش آتی تو شیخ کی طرف رجوع کرتا اور اُن کی دعاؤں کا طالب ہوتا۔ علاء الدین نے وارنگل کی فتح کے لئے اپنا لشکر روانہ کیا، اور عرصہ تک مہم کی کوئی اطلاع، الاغ اور قاصدوں سے نہ معلوم ہوئی تو شیخ کی طرف رجوع کیا۔ برنی نے لکھا ہے ——————

"سلطان متفکر خاطر گشتہ و خیر سلامتی لشکر از شیخ نظام الدین از روئے کشف و کرامات پرسید"

سلطان فکرمند اور پریشان خاطر ہو رہا تھا اور اس نے حضرت شیخ نظام الدین سے لشکر کی سلامتی کی خبر معلوم کرائی کہ وہ اپنے کشف سے کچھ بتائیں۔

ملک قرابیگ نے، قاضی مغیث الدین بیانہ کو شیخ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا ——————

---

[1] سیر الاولیار۔ ص ۱۳۵۔

برنی نے ملاقات نہ ہونے کی ذمہ داری سلطان پر رکھی ہے اور لکھا ہے :—

"سلطان علاء الدین راچہ دل تواں گفت و اورا تا چہ حد بے التفات و بے باک تصور کراں کرد کہ از ہزار و دو ہزار فرسنگ مسافراں و طالباں در آرزوئے ملاقات شیخ نظام الدین می رسیدند و پیر و جوان و خورد و بزرگ و عالم و جاہل و عاقل و ناداں شہر دہلی بہ صد حیل و تدبیر خود را منظور نظر شیخ نظام الدین می گردانیدند و سلطان علاء الدین را گاہے در دل نہ گذشتہ کہ خود بر شیخ آید یا شیخ را بر خود طلبد و ملاقات کند" تاریخ فیروز شاہی ص ۳۶۶۔

پروفیسر محمد حبیب نے اپنی کتاب "امیر خسرو دہلوی" میں برنی کے بیان کو زیادہ صحیح مانا ہے۔

چوں جواب خضر خاں بہ سلطان علاء الدین رسانید بادشاہ بغایت خوش شد و گفت من می دانستم کہ این معنے بہ حضرت سلطان المشائخ نسبتے ندارد فاما دشمناں می خواستند کہ مرا با مرداں خدا در اندازند و ایں معنی سبب خرابی ملک گردد[1]

خضر خاں نے جواب خط حب سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔ سلطان بے حد مسرور ہوا اور کہنے لگا میں تو پہلے ہی سے جانتا تھا کہ اس طرح کی باتوں کا حضرت سلطان شیخ المشائخ اسے دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا البتہ دشمنوں نے یہ چاہا تھا کہ مجھے اللہ کے ایسے خاص بندوں کے متعلق سوء ظن میں مبتلا کر دیں اور اس طرح یہ چیز ملک کی ابتری کا سبب بنے،

اس کے بعد سلطان نے شیخ کے پاس معذرت کے لئے آدمی بھیجا اور کہا۔

"من از معتقدان مخدوم جرأتے کردہ ام بخشیدہ باشند و اجازت کنند تا من بیایم و سعادت پائے بوس حاصل کنم"[2]

میں حضور کی خدمت میں جرأتِ بے جا کا مرتکب ہوا ہوں۔ آنجناب میری اس جرأت پر خط عفو کھینچ دیں اور حاضر خدمت ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ قدم بوسی کی سعادت حاصل کر سکوں۔

اس گذارش کے جواب میں شیخ المشائخ سے فرما دیا کہ میرے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں میں غائبانہ دعا کرتا ہوں۔ اور غیبت میں دعا کرنے کا اثر بھی ہوا کرتا ہے[3] لیکن سلطان اس کے بعد بھی ملاقات پر مصر ہوا۔ حضرت نے کہلا بھیجا ـــــــــــ

---

[1] سیر الاولیاء (چرنجی لعل ایڈیشن)۔ ص ۱۳۴۔

[2] [3] سیر الاولیاء۔ ص ۱۳۵

"خانۂ ایں ضعیف دو در دارد اگر از یک در درآید من از در دیگر بیروں روم" [1] — میرے گھر کے دو دروازے ہیں اگر بادشاہ ایک سے اندر داخل ہوگا تو میں دوسرے سے باہر چلا جاؤں گا۔

حالانکہ شیخ اور سلطان میں ملاقات نہ ہوسکی لیکن سلطان اپنی عقیدت کا ثبوت برابر دیتا رہا جب کوئی مشکل پیش آتی تو شیخ کی طرف رجوع کرتا اور اُن کی دعاؤں کا طالب ہوتا۔ علاء الدین نے وارنگل کی فتح کے لئے اپنا لشکر روانہ کیا، اور عرصہ تک مہم کی کوئی اطلاع، الاغ اور قاصدوں سے نہ معلوم ہوئی تو شیخ کی طرف رجوع کیا۔ برنی نے لکھا ہے ——————

"سلطان متفکر خاطر گشتہ و خبر سلامتی لشکر از شیخ نظام الدین از روئے کشف و کرامات پرسید" — سلطان فکرمند اور پریشان خاطر ہو رہا تھا اور اس نے حضرت شیخ نظام الدین سے لشکر کی سلامتی کی خبر معلوم کرائی کہ وہ اپنے کشف سے کچھ بتائیں۔

ملک قرابیگ نے، قاضی مغیث الدین بیانہ کو شیخ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا ——————

---

[1] سیر الاولیاء - ص ۱۳۵ -

برنی نے ملاقات نہ ہونے کی ذمہ داری سلطان پر رکھی ہے اور لکھا ہے :—

"سلطان علاء الدین راچہ دل تواں گفت و در اتا چہ حد بے التفات و بے باک تصور کراں کرد کہ از ہزار و دو ہزار فرسنگ مسافراں و طالباں در آرزوئے ملاقات شیخ نظام الدین می رسیدند و پیر و جوان و خورد و بزرگ و عالم و جاہل و عاقل و ناداں شہر دہلی بہ صد حیل و تدبیر خود را منظور نظر شیخ نظام الدین می گردانیدند و سلطان علاء الدین را گاہے در دل نہ گذشتہ کہ خود بر شیخ آید یا شیخ را بر خود طلبد و ملاقات کند" تاریخ فیروز شاہی ص ۳۶۶ -

پروفیسر محمد حبیب نے اپنی کتاب "امیر خسرو دہلوی" میں برنی کے بیان کو زیادہ صحیح مانا ہے۔

”خاطر من از نارسیدن لشکر اسلام ملتفت شدہ است شمارا غم اسلام بیش از من ست کہ اگر بنور باطن خبرے از حال لشکر شمارا روشن شدہ باشد بشارتے بمن بفرستید“

لشکر اسلام کی خیریت نہ معلوم ہونے سے میرا دل دہیں پڑا ہے یہ ظاہر ہے آپ کو اسلام اور اس کی عزت وحرمت کا غم مجھ سے زیادہ ہے اگر بذریعہ نور باطن لشکر کی حالت وکیفیت کی خبر آپ پر روشن ومنکشف ہو، مجھے اس کی بشارت سے مطلع فرمائیے۔

پیغام لے جانے والوں کو ہدایت کی شیخ کی زبان مبارک سے جو حکایت یا سرگذشت اس پیغام کے جواب میں سنیں وہ من وعن اس کے پاس پہونچائیں۔ سلطان کو شیخ المشائخ کا یہ مخصوص انداز معلوم تھا کہ ایسے سوالات کے جواب میں وہ اکثر کوئی پرانی حکایت سنا دیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ دونوں پیغامبر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے زمانۂ گذشتہ کے کسی مشہور بادشاہ کی فتح کا قصہ سنانا شروع کردیا۔ اس کے بعد فرمایا ———

”ایں فتح چہ باشد کہ ما فتح ہائے دیگر را امیدواریم“

جب یہ خبر سلطان کو پہنچائی گئی تو بے حد خوش ہوا - اور بقول برنی ———

”دستارچہ خود را بدست گرفت و در گوشہ دستارچہ گرہ زد و گفت کہ من کلمات شیخ را بجاں گرفتم و می دانم کہ سخن از زبان شیخ بہرزہ بیروں نیامدہ است، وارنگل فتح شدہ است و ما را فتح ہائے دیگر ہم بہ نظر می باید داشت“

اپنی پگڑی ہاتھ میں لی اور اس کے ایک کونے میں گرہ دی پھر کہنے لگا میں نے کلمات شیخ اپنے پلے سے باندھ لئے ہیں مجھے یقین ہے کہ شیخ کی زبان سے جو بات نکلی ہے وہ یوں ہی بے معنی نہیں ہے، ورنگل فتح ہو چکا ہے اور ہمیں اسکے علاوہ دیگر فتوحات پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے

کچھ عرصہ بعد جب وارنگل فتح ہو جانے کی خبر ملی تو سلطان کا اعتقاد سلطان المشائخ میں بہت بڑھ گیا۔ برنی کا بیان ہے ــــــــــ

"وسلطان را اعتقاد در کرامت و بزرگی شیخ بر مزید گشت و اگرچہ سلطان علاء الدین را با شیخ نظام الدین قدس روحہٗ ملاقاتے نشد فاما در تمامی عصر او از زبان سلطان درباب شیخ سخنے بیروں نیامد کہ دراں سخن شیخ بنوعے آزردہ شود و باآنکہ دشمناں و حاسداں خدمت شیخ از بسیارے اعطائے شیخ و کثرت آمد و شد خلق بآستان شیخ و اطعام و اکرام عام شیخ بعبارتے موحش در سمع اں چناں غیورے می رسانیدند لیکن او بہ سمع سخن دشمناں و بدگفت حاسداں التفات نکرد و در سنوات آخر عہد خود بغایت مخلص و معتقد شیخ شد معذلک میاں ایشاں ملاقاتے اتفاق نیفتاد"[1]

غرض سلطان کو روز بروز شیخ نظام الدین اولیاء سے عقیدت و ارادت بڑھتی رہی۔ فرشتہ نے ایک عجیب واقعہ کا ذکر کیا ہے جس سے اس کی بے پناہ عقیدت کا پتہ چلتا ہے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کی خانقاہ میں سماع ہو رہا تھا۔ حدیقہ سنائی کے یہ اشعار ؎

بیش منما جمال جہاں افروز　　　　در نمودی براسپند بسوز

آں جمال تو چیست ہستی تو　　　　واں سپند تو چیست مستی تو

سن کر حضرت محبوب الٰہیؒ کو وجد آگیا۔ قرابیگ جو سلطان کے "اخص الخواص" میں سے تھا

---

[1] تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۳۲ - ۳۳۱

سجان رائے نے لکھا ہے ــــــ "سلطان اگرچہ بظاہر ملاقات شیخ نمی کرد اما استمداد از باطن شیخ نموده بارسال رسل و رسائل و اتمامات تحف و لطائف مراسم اخلاق و اعتقاد بجامی آورد ــــــ" ــــــ خلاصۃ التواریخ۔ ص ۲۲۸ (ظفر حسن ایڈیشن)

وہاں موجود تھا، اس نے یہ اشعار لکھ دئے جب بادشاہ کے پاس گیا تو یہ اشعار سنائے سن کر علاء الدین کا یہ عالم ہوا کہ ———

"ہر بار می خواند و بر چشم می مالید و تحسین می کرد"

قرابیگ نے عرض کیا۔ حضور شیخ سے اس قدر عقیدت کے باوجود بھی شیخ سے ملاقات نہیں کرتے۔ سلطان نے جواب دیا ———

"اے قرابیگ ترک، ما بادشاہیم، از سرتاپا آلودہ دنیا و بدیں آلودگی شرم میداریم کہ آں چناں پاکے را ببینم، باید کہ خضرخاں و شادی خاں را کہ جگر گوشگان من اند بخدمت شیخ بردہ مرید گردانی و دو لک تنکہ شکرانہ بدرویشان جماعت خانہ رسانی"[1]

شاید ان ہی تعلقات پر نظر رکھتے ہوئے سید امیر علی نے اپنی کتاب Spirit of Islam میں سلطان علاء الدین کو شیخ المشائخ کا مرید بتایا ہے[2] لیکن یہ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کسی بزرگ کا مرید نہیں تھا بلکہ بقول پروفیسر محمد حبیب ———

"In his own erratic way he had made up his mind to bend his sinful knees before God alone."[3]

---

[1] فرشتہ مقالہ دوازدہم۔ ص ۳۷ (مطبوعہ کانپور) [2] ص ۱۷۱۴ (فٹ نوٹ)

[2] بعض تذکروں میں سلطان کے مرید ہونے کے متعلق روایتیں درج ہیں لیکن یہ سب غلط اور ناقابل اعتبار ہیں گلزار ابرار میں محمد غوثی نے لکھا ہے کہ علاء الدین حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کا مرید تھا (ص ۱۰۱) خزینۃ الاصفیاء میں غلام سرور نے اس کو شیخ ضیاء الدین رومیؒ کا مرید بتایا ہے ان دونوں روایتوں کی تصدیق معاصر تذکروں سے نہیں ہوتی (جلد ۲۔ ص ۴۶)

[3] "امیر خسرو"۔

ہندوؤں سے تعلقات اور ان کے ساتھ برتاؤ | جب کسی سلطان کے مذہبی رجحانات کا ذکر کیا جاتا ہے تو معاً لوگوں کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں غیر مسلموں پر ضرور ظلم و ستم روا رکھا گیا ہوگا۔ گویا مذہب، ظلم اور ناانصافی ہم معنی الفاظ ہیں لیکن یہ خیال حد درجہ غلط اور گمراہ کن ہے قرونِ وسطیٰ میں ہندو اور مسلمان دونوں فرمانرواؤں کا یہ عقیدہ تھا کہ رعایا خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہو، اس کے ساتھ ناانصافی یا ظلم کرنا اپنی حکومت کی بنیادیں کمزور کرنا ہے۔ ناانصافی کے ساتھ کوئی حکومت نہیں چل سکتی۔ اٹھارویں صدی میں اسی نظریہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے صاف فرمادیا تھا کہ حکومت کفر کے ساتھ چل سکتی ہے لیکن ناانصافی کے ساتھ نہیں[1]۔ مسلمانوں نے اپنی حکومت میں مختلف مذہبی طبقوں کے ساتھ انصاف اور رواداری کا سلوک کرنا، ایک اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری تصور کیا ہے۔ محمد عوفی نے اپنی کتاب جوامع الحکایات میں گجرات کے ایک ہندو راجہ کے انصاف کا قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انصاف اور رواداری کا بلند ترین تخیل ہندو راجاؤں کے ذہن میں بھی تھا۔ یہ قصہ ذرا طویل ہے اور بلاواسطہ ہماری بحث سے متعلق نہیں لیکن اس سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور قرونِ وسطیٰ میں مذہب کی صحیح حیثیت کا اندازہ ہو جاتا ہے اس لئے اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے ——

محمد عوفی لکھتا ہے ——

"ایک ایسی ہی حکایت میں نے اُس وقت بھی سنی تھی جب مجھے کھمبایت جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ شہر گجرات نہروالہ کے اضلاع میں سے ہے۔ اور ساحل دریا پر آباد ہے یہاں خوش عقیدہ، پاک مذہب اور مسافر نواز سنی مسلمانوں کی جماعت سکونت پذیر ہے زیادہ آبادی ہندوؤں کی ہے مگر ایک مختصر سی تعداد میں آتش پرست بھی بستے ہیں۔

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

مسلمان جماعت کی زبانی سننے میں آیا کہ رائے جے سنگھ کے عہد حکومت میں، اس شہر میں ایک جامع مسجد تھی جس کے مینار پر چڑھ کر موذن اذان دیا کرتا تھا ایک مرتبہ پاکیوں کے اُکسانے سے کافروں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور اسّی مسلمان تلوار کے گھاٹ اُتار دیئے مسجد جلادی اور مینار مسمار کر دیا۔ مسلمانوں کا خطیب جس کا نام علی تھا بھاگ کر نہروالہ آیا اور راجا تک فریاد پہنچانے کی کوشش کی لیکن ہندو درباریوں نے مذہبی تعصب کی بنا پر راجا تک اس کی رسائی نہ ہونے دی۔

ایک دن راجا نے شکار کا ارادہ کیا خطیب غریب کو موقع ہاتھ آیا۔ راجا کی شکار گاہ کے راستہ میں ایک درخت کی اوٹ میں جا کر بیٹھ رہا۔ راجہ کی سواری پہنچی تو جھپٹ کر سامنے آیا اور راجہ کو قسمیں دیں کہ ہاتھی ٹھیرا لے اور اس کی گزارش سن لے۔

جب راجا نے ہاتھی ٹھیرایا تو خطیب نے کھمبایت کے دردناک حادثہ کی پوری تفصیل جسے وہ ہندی اشعار کی صورت میں لکھ کر لایا تھا راجا کے گوش گزار کی یہ سرگذشت سن کر راجا نے خطیب کو ایک مصاحب کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اُس کی حفاظت اور خاطر مدارات کی جائے اور دوبارہ حکم ملنے پر پیش کیا جائے۔

شکار سے لوٹنے پر راجا نے اپنے وزیر کو بلا کر کہا کہ میں تین دن تک نہ تو محلات سے باہر نکلوں گا اور نہ کسی کو باریابی کی اجازت دوں گا۔ اس لئے تم امورِ سلطنت کی اچھی طرح نگرانی رکھنا اور مجھے تنگ نہ کرنا"

اُسی رات راجہ جے سنگھ ایک سانڈنی پر سوار ہو کر تن تنہا کھمبایت کی طرف چل پڑا۔ نہروالہ سے کھمبایت چالیس فرسنگ کی مسافت پر ہے۔ راجہ نے ایک رات اور ایک دن برابر سفر کیا اور دوسرے دن شام کو کھمبایت آپہنچا۔ پاکیوں کا بھیس

بدلی تلوار گلے میں ڈال رات کے اندھیرے میں شہر کے اندر داخل ہوگیا۔ شہر کے بارونق حصوں اور بازاروں میں ہر موڑ اور ہر ناکے پر ٹھیر ٹھیر کر سن گن لی اور پوچھ گچھ کی۔ ہر ایک کی زبانی یہی سننے میں آیا کہ مسلمانوں پر بڑا ظلم ہوا اور بیچارے بے گناہ اور بے قصور مارے گئے۔ مسلمانوں کی مظلومی کا یقین ہونے پر راجا شہر سے نکلا۔ دریا کے پانی سے اپنی چھاگل بھری اور نہر والہ کی طرف روانہ ہوا۔ تیسرے روز رات کے وقت اپنی راجدھانی میں آپہنچا۔

صبح کو دربار ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خطیب نے اپنا استغاثہ پیش کیا تو کافروں نے خطیب کو جھٹلانے اور معاملہ کو دبانے کی کوششیں کیں۔ یہ رنگ دیکھ کر راجا نے اپنے آبدار کو حکم دیا کہ "رات کو پانی کی جو چھاگل تمہیں دی تھی وہ لاؤ اور درباریوں کو اس کا پانی چکھاؤ!"

درباریوں نے چھاگل کا پانی چکھا تو کھاری ہونے کی وجہ سے پہچان گئے کہ سمندر کا پانی ہے۔

اب راجا نے ان کو بتایا کہ "مذہبی اختلاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے مجھے تم میں سے کسی پر اعتماد نہ تھا اس لئے میں خود کھمبایت جاکر مسلمانوں کی مظلومی اور دوسرے فریق کی ستمگاری کا حال معلوم کرکے آیا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں پر ظلم ہوا ہے۔ اور میں یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس جماعت پر جو میری پناہ میں ہو، ظلم کیا جائے"

یہ کہہ کر اُس نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سزا دی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ساتھ ہی ایک لاکھ بالوترے عنایت کئے کہ مسجد اور مینار نئے سرے سے تعمیر کئے جائیں"[1]

---

[1] جوامع الحکایات ۔ مترجمہ اختر شیرانی ۔ (دہلی) جلد اول ص ۴ ۔ ۶

اس تمام گفتگو سے مطلب یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان دونوں فرمانروا یہ سمجھتے تھے کہ نا انصافی اور ظلم سے خواہ وہ غیر مذہب والے کے ساتھ کی جائے سیاسی ہی نہیں بلکہ سماجی زندگی کے سرچشمہ زہر آلود ہو جاتے ہیں اور کوئی سیاسی نظام بغیر عدل و انصاف کے قائم نہیں رہ سکتا۔

سلطان علاء الدین خلجی کے متعلق بعض تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ اس نے ہندوؤں کے ساتھ نہایت ظلم و ستم سے کام لیا اور ان کو انتہائی ذلت میں رکھا اپنے اس دعوے کی تائید میں وہ برنی کے کچھ اقتباسات پیش کرتے ہیں افسوس ہے کہ ان مصنفوں نے برنی کو سمجھنے سے پہلے اس کے بیانات کا غلط مفہوم پیش کرنا شروع کر دیا۔ مورلینڈ (moreland) نے اپنی مشہور فاضلانہ تصنیف Agrarian System during the Muslim Rule in India

میں نہایت عالمانہ طریقہ پر اس موضوع پر بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ برنی نے اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی میں جہاں بھی ہندو کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں اس سے اس کی مراد کوئی مذہبی طبقہ نہیں ہے بلکہ ہندو سے اس کا مطلب خوط، چودہری، مقدم اور وہ دیگر طبقے ہیں جو ملک کے اقتصادی نظام میں بڑے طاقتور ہو گئے تھے اور جن پر سختی کا برتاؤ ایک سیاسی تقاضہ تھا۔ پروفیسر محمد حبیب صاحب نے بھی اپنے ایک فاضلانہ مقالہ

An Introduction to the Study of Medieval India

میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ عام خیال کہ ہندوؤں کو گھوڑے پر چڑھنے اور عمدہ کپڑے پہننے کی علاء الدین نے ممانعت کر دی تھی، برنی کے مفہوم کو غلط سمجھنے سے پیدا ہوا ہے [1]

علاء الدین نے سیاسی مصالح کی بنا پر عوام سے دولت کی فراوانی کو ختم کرنا چاہا۔ اس

---

[1] Introduction: p.4 Aligarh Magazine,

کا خیال تھا کہ ملک میں متواتر بغاوتوں کا سبب یہی دولت ہے۔ خود اس کا تجربہ تھا کہ اس نے اسی کی مدد سے دہلی کا تخت و تاج حاصل کیا تھا۔ چنانچہ اس نے لوگوں میں دولت کی زیادتی کو روکا۔ مسلمانوں کے تمام ان طبقوں سے جو دولت مند تھے دولت حاصل کر لی گئی اس کے بعد ہندوؤں کے اُن تمام طبقوں سے جو دولت مند تھے دولت لے لی گئی۔ ڈاکٹر تریپاٹھی نے صحیح لکھا ہے کہ جب اس نے مسلمانوں کو ہی اُن کی دولت سے محروم کرنے سے نہ بخشا تو پھر وہ ہندوؤں کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا[1]۔ اس کا یہ اقدام بلا امتیاز مذہب و ملت صرف سیاسی مصالح کی بنا پر تھا ڈاکٹر ایشور ٹوپ نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ سیاسی مصالح، نہ کہ Inquisition کا جذبہ، سلطان کے ان اقدامات کا محرک تھا جن کو غلط طور سے مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے[2]

علاء الدین خلجی نہایت منصف مزاج اور عدل گستر بادشاہ تھا۔ خسرو نے لکھا ہے ؎

گر معدلت سوئے درویش و شاہ   بیک چشم بیند چو خورشید و ماہ

(آئینہ سکندری ص ۱۷)

ہندوؤں کے ساتھ اس نے نہایت عمدہ سلوک کیا تھا۔ ملک نایک، ایک ہندو جنرل اس کی فوج کا ایک اعلیٰ افسر تھا[3]۔ مصنف تاریخ مبارک شاہی علاء الدین خلجی کے محل میں ایک جشن منانے کے سلسلہ میں لکھتا ہے۔

"و اہل طرب از مسلم و ہنود بقبہا نغمہ ساز گشتند و فلک را در چرخ آوردند"[4]

Some aspects of Muslim Administration Dr Tripathi [1]

Politics in Pre Mughal Times Dr. I. Topa. [2]

Prof: Habib: Introduction to medieval India [3]

[4] تاریخ مبارک شاہی۔ ص ۷۹